نظرات

جشن صد سالہ دار العلوم دیوبند

جشن صد سالہ دار العلوم دیوبند جس کا غلغلہ برسوں سے برپا تھا۔ اب وہ اس پرچہ کی تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے بعد یعنی ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ مارچ کو بڑے تزک و احتشام اور عظیم الشان اہتمام و انتظام کے ساتھ دیوبند میں منعقد ہو رہا ہے۔ یہ ایک دینی تعلیم گاہ کا انسانی بین الاقوامی اجتماع ہوگا جس میں امریکہ، یورپ، عرب ممالک اور ایشیا و افریقہ کے اور دوسرے ملکوں کے نمائندہ حضرات بتعداد کثیر شریک ہو رہے ہیں۔ اجلاس عام میں کم و بیش ایک لاکھ انسانوں کی شرکت متوقع ہے۔ اس حساب سے نہایت وسیع و عریض پنڈال بنایا گیا اور ضروری و وقتی سہولتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ دار العلوم کے مہمانان خصوصی اور مدعو حضرات کا اندازہ دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان کے لئے قیام و طعام کی جملہ سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ اس موقع پر پانچ اجلاس عام ہوں گے۔ اور چار نشستیں سیمینار کی ہوں گی۔ تقریباً ۸ ہزار فضلائے دار العلوم کی دستار بندی کی جائے گی۔ غرض کہ یہ اجلاس بہ لحاظ دیدنی و شنیدنی ہوگا۔ اور اس سے دینی تعلیم کے نہج و مسلک اور اس کے مقصد و مراد کو ایک نیا موڑ ملے گا۔

جشن کے نام سے جگہ جگہ تقریبات کی غیر معمولی کثرت و بہتات کے باعث اب جشن کے لفظ میں کوئی ندرت اور کشش باقی نہیں رہی۔ اور یہ فرسودہ و پامال لفظ بن گیا ہے۔ اسی لئے دار العلوم نے اس تقریب کے لئے جشن کے بجائے اجلاس صد سالہ کا عنوان اختیار کیا ہے۔ لیکن اپنی حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے یہ در اصل ہے جشن ہی۔ اور اس بنا پر ہم نے بھی سر عنوان اسی لفظ کو رکھا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں برصغیر کی متعدد عظیم المرتبت دینی تعلیم گاہوں کے جشن بڑے طمطراق اور تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو چکے ہیں۔ اور ان

سے دینی تعلیم کو جو فروغ اور اعتماد و اعتبار حاصل ہوا اس سے انکار و اغماض کی مجال نہیں ہے۔ لیکن دار العلوم دیوبند کی اپنی چند خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے یہ جشن اپنی نوعیت میں یگانہ و منفرد ہو گا۔

(۱) دار العلوم دیوبند کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تاسیس ان ارباب طریقت و شریعت نے کی جو اگرچہ گدایان گوشہ گیر و بوریہ نشین تھے لیکن ان کی آنکھیں جمال و جلال محمدی کے نور سے روشن و منور تھیں۔ اور دل صولت و سطوت اسلام کی کشور کشائیوں کی جھنکار سے معمور! انہوں نے ۱۸۵۷ء میں ملت بیضا اور ملک و قوم کی المناک و حسرت انگیز تباہی کا منظر نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا بلکہ شمشیر بکف ہو کر اس قیامت کو چیلنج کرنے کیلئے آگ اور خون کے متلاطم سمندر میں خود بے دھڑک کود پڑے تھے لیکن جب وہ اس میں ناکام ہوئے اور سات سمندر پار کی ایک اجنبی قوم جس کے دل صلیبی جنگوں میں فرزندان توحید کے ہاتھوں پے در پے شکستوں کی یاد سے داغدار اور جوش انتقام سے لبریز تھے، مسلط ہو گئی تو اب ان مردان حق شناس و حق آگاہ نے فوراً اپنا محاذ جنگ بدل دیا، اور دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی یہ مدرسہ صرف ایک درسگاہ نہ تھا۔ بلکہ ایک عظیم اور انقلاب آفریں تحریک کا رمز و علامت تھا۔ جس کا مقصد دین کی حفاظت علوم دینیہ کا احیاء اور ترویج و اشاعت مسلمانوں کی اعتقادی، عملی، اخلاقی، اور سماجی اصلاح اور دین کو سیاسی جبر و تشدد سے آزاد کرنا تھا مدرسہ نے حیات ملی کے اس جامع اور ہمہ گیر عزائم و مقاصد کی تکمیل کس طرح کی! اس کا اندازہ اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ اس نے مولانا اشرف علی تھانوی پیدا کئے جنہوں نے اپنی بے شمار تالیفات و تصنیفات اور مواعظ و ملفوظات کے ذریعہ مسلمانوں کے عقیدہ و عمل کی شب تاریک کو اصلاح و تزکیہ کے روز روشن میں یکسر منقلب و متبدل کر کے رکھدیا۔ مولانا محمد انور شاہ، مولانا محمد شبیر احمد عثمانی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، اور مولانا محمد یوسف بنوری پیدا ہوئے جنہوں علوم و فنون اسلامیہ کے چمن کی آبیاری کر کے اسے ایک گلشن بے خار و سدا بہار بنا دیا، جس کی مہک سے آج ایک عالم کا مشام جان

معطر و شاداب ہے۔ اس مدرسہ نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا میاں سید اصغر حسین اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی پیدا کیے، جن کے زہد و ورع اور تفقہ فی الدین کے نفسِ گرم نے لاکھوں عقد ہائے ناکشودہ کی گرہ کشائی کی، پھر اس مدرسہ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد کفایت اللہ اور مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی پیدا کیے، جنہوں نے مسند علم و فضل اور مصطبۂ ارشاد و ہدایت کو زینت بخشنے کے ساتھ برطانوی استعمار کے عفریتِ جاں ستاں کے ساتھ اس عزم و قوت سے پنجہ آزمائی کی کہ اس کے چھکے چھڑا دیئے اور اسے لب پائی پر مجبور کر دیا۔ یہ دار العلوم دیوبند کے وہ اسلاف تھے جن کے ہمہ جہتی کارناموں سے برصغیر کا ذرہ ذرہ خورشید بداماں اور ظلمت کدۂ روحانیت و اخلاق ایک نو بہار چراغاں بنا ہوا ہے۔ ان کے اخلاف اب کیا کر رہے ہیں؟ اس کو بیان کرنا راقم کی افتادِ طبع کے خلاف ہے۔ اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔

(۲) دار العلوم دیوبند کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ فکر و مسلک حضرت شاہ ولی اللہ رح کی صحیح ترجمانی حنفیت کے ساتھ وسیع المشربی، شریعت اور طریقت کا اجتماع، دین اور سیاست میں ہم آہنگی، معاشرتی اور اقتصادی مسائل کی اہمیت، اور احکام کے علل و اسباب کے ساتھ ان کے اسرار و غوامض کی بھی پاسداری، دار العلوم کی یہ سب خصوصیات وہ ہیں، جو فکر ولی اللہی سے مستنبط و ماخوذ ہیں، جس چراغ سے چراغ ہمیشہ روشن ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے اللہ کے فضل و کرم سے آج برصغیر میں ہزاروں مدارس عربیہ و دینیہ ہیں۔ جو علی حسب مراتب اسلام کی دینی خدمات علمی تعلیمی اور عملی طور پر انجام دے رہے ہیں۔ لیکن ان میں الفضل للمتقدمین کے مطابق اولیت و اقدمیت اور حضرت شاہ ولی اللہ کے مکتبۂ فکر کی صحیح ترجمانی اور وسعت و گیرائی کے باعث دار العلوم دیوبند کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے اس نے اس اجلاس صد سالہ کی نوعیت و شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ خدا کرے جن عزائم و مقاصد کے ساتھ یہ اجلاس ہو رہا ہے وہ بہمہ وجوہ مکمل و کامیاب ہوں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔